خالد محمود خاں
پی ایچ ڈی سکالر (اُردو)، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
ڈاکٹر محمد افضل حمید
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

جعفر طاہر کے قصیدہ "طرازِ عزو جلال" کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Khalid Mahmood Khan
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.
Dr. Muhammad Afzal Hameed
Associate Professor, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.

A Research and Critical Review of Jafar Tahir's Qasida "Taraz-E-Izzo Jalal"

In the current era of poetry, different poets are traces through their religious poetry as they are found in the form of Hamad, Naats and Qaseedas as well as a few poems. But in this period, there is also a person who did not use religious poetry their poetry for the sake of satisfaction, rather the expressed their love for Muhammad Peace Be Upon Him. But Jaffar Tahir's poetry consists of his religious poetry. The center and focus of Jafar Tahir's poems are Muhammad Peace Be Upon Him. Jaffar Tahir added enormously to the tradition of Qaseeda. He kept in mind the compositional components of the Qaseeda. Whenever poetry is mentioned in Urdu language and literature, Jaffar Tahir's name will always be remembered. The main theme of Jaffar Tahir's "Salsbil" is the poem. In which he has molded his pure thought into the form of art with great skill. Therefore, this paper highlights the themetic dense of the study to understand the true meaning of Jaffar Tahir's poetic greatness.

Key Words: *Jaffer Tahir, Poetry, Religious, Naat, Qaseeda, etc.*

موجودہ دور کے شعرا کے ہاں مذہبی شاعری کے نقوش حمد، نعت اور منقبت کے ساتھ ساتھ تھوڑے بہت قصائد کی صورت میں ملتے ہیں۔ لیکن اس دور میں ایک ایسی شخصیت بھی پائی جاتی ہے جس نے اپنی شاعری میں

مذہبی شاعری کو برائے تسکین استعمال نہیں کیا بلکہ انھوں نے محمد ﷺ و اہلِ بیت سے محبت کا اظہار بہت سے قصائد اور سلام لکھ کر کیا ہے۔ جعفر طاہر کی شاعری کا بیشتر حصہ ان کی مذہبی شاعری پر مشتمل ہے۔ جعفر طاہر کے قصائد کا مرکز و محور محمد ﷺ و اہلِ بیتِ محمد ﷺ ہیں۔ جعفر طاہر نے قصیدے کی روایت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ انہوں نے قصیدہ کے اجزائے ترکیبی کو ملحوظ رکھا اور ہئیتوں کے بھی تجربات کیے اور قصیدہ کی صنف جو کہ اپنی تازگی و توانائی کھوتی جا رہی تھی اُسے ممدوح یزداں ﷺ اور ان کے وفاداروں کی مدحت و توصیف میں برت کر ایک نئی زندگی عطا کر دی ہے۔ اردو زبان و ادب میں جب بھی قصیدہ نگاری کو ذکر ہو گا جعفر طاہر کا نام ہمیشہ یاد رہے گا۔

جعفر طاہر کی "سلسبیل" کا سب سے بڑا موضوع قصیدہ ہی ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی فکرِ طاہر کو کمال ہنرمندی سے فن کے پیکر میں ڈھالا ہے۔ لہٰذا ان کے قصائد کا تعارف و تجزیہ اور ناقدانہ جائزہ ضروری ہے تاکہ جعفر طاہر کی شاعرانہ عظمت کا صحیح معنوں میں اندازہ ہو سکے۔

جدید ادب میں ہماری زبان اور اسالیب فکر و بیان کی آبرو، ایک نہایت قد آور ادبی شخصیت جعفر طاہر ہیں۔ سید عابد علی عابد انہیں "نئی پود کا شاعر" فرما کر روشن مستقبل کے پیش خیمہ قرار دیتے ہیں۔

"سلسبیل" کا پہلا حمدیہ قصیدہ "طرازِ عز و جلال" جو سہ ماہی "فنون" میں بھی چھپا۔ یہ توحید ربِ ذوالجلال ہے۔ قصیدہ دراصل تاریخِ انسانیت کا خلاصہ بھی ہے۔

توحید وہ بنیادی محورِ ایمان ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ربِ ذوالجلال کی وحدانیت و کاملیت کا علم و ادراک اسلام و ایمان کی بنیادی اکائی ہے۔ ایک حقیقت یہ بھی ہے۔ اس ذات برحق کے وجود و صفات سے کامل معرفت کا دعویٰ ممکن نہیں ہے۔

اے قادر و قیوم و قوی، قائم دوراں
کیا لائے بھلا کوئی تیری ذات پہ برہاں[1]

وہ ذات کہ جس کے عرفان و حقیقت کی اوج کے سامنے انسانی فکر و تخیل اور شعور و دلائل کی جولانیاں بے بس رہ جاتی ہیں۔ عقل و سمجھ سرگراں ہو جاتے ہیں اس ذات کا عرفان نہ ہو سکے۔

کیا لافِ خرد کیا ہوسِ فہم و تفکر
کیا ندرتِ افکار و خیالاتِ پریشاں[2]

کیا حوصلۂ دانش و تدبیر و تخیل
کیا ناطقۂ شوق و لبِ ذکرِ کریماں (۳)

سعدی کا جدتِ ادا اور سنائی کا حسن معانی بھی اس ذاتِ واحدہٗ لاشریک کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے "سمندان" بھی اُس کی شان بیان کرتے کرتے گنگ ہو جاتے ہیں:

ہر ولولہ و قدرتِ اظہار خجل ہے
ہر شیوۂ گفتار یہاں سر بہ گریباں (۴)

تشبیب کے آٹھ اشعار کے بعد بر محل گریز ملاحظہ کیجیے:

تعمیرِ خجالت کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں
الفاظ و معانی و حروف و ہمہ الواں (۵)

ذہن انسانی کے خالق کا درک حضرت انسان کا تخیل کیوں کر سکتا ہے۔ قوتِ گویائی کو زندگی بخشنے والی ذات کو الفاظ و معانی کیسے سمیٹ سکتے ہیں۔ حروف اور الفاظ اور کسی قسم کا انداز و رنگِ تحریر اختیار کیا جائے۔ بات نہیں بنتی۔

"تعمیرِ خجالت" کی خوبصورت ترکیب میں یہ لطیف اشارہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ کسی قسم کا اسلوب، انداز اور فن "تعمیرِ خجالت" کے سوا کچھ بھی نہیں:

ہر ولولہ و قدرتِ اظہار خجل ہے (۶)

مدحیہ اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں:

پوشیدہ تیرے علم سے کچھ نہیں بھی تو نہیں ہے
اے تو کہ نہیں تجھ سے نہاں پیدا و پنہاں (۷)

یہ سب اس ذاتِ مطلق کا "ذوقِ تماشا" اور "ناز نگاہی" ہے کہ کارزار دہر میں حضرتِ انسان ہر لحظہ ایک نئی صورتحال سے دوچار ہے۔ آدم علیہ السلام ثانی اپنے پسر ہابیل کا لاشہ دیکھتا ہے۔ بھائی کے ہاتھوں معصوم بھائی کا یہ قتل انسانیت کا پہلا قتل ہے اور پھر بابا معصوم، مظلوم معصوم مقتول پر گریہ کناں ہو جاتا ہے اور ذاتِ واحد و صمد محوِ تماشا رہتی ہے۔

یہ ذوقِ تماشا، یہ تیری نازِ نگاہی
آدم سا نبی لاشۂ ہابیلؑ پہ گریاں (۸)

جعفر طاہر روایت کا شعور بھی رکھتے ہیں اور پھر ان کی فکرِ رسا تاریخی واقعات سے نتائج بھی اخذ کرتی چلی جاتی ہے:

ہیں تیری سماعت کی رضا نوحؑ کے نوحے
چشمانِ پیمبر ہیں کہ سرچشمۂ طوفاں (۹)

نوح علیہ السلام کی چشمان کو "سرچشمہ طوفان" قرار دے کر لطیف سا اشارہ بھی موجود ہے کہ پیغمبر کو ستانے اور رُلانے کی نتیجے میں جو بد دعا پیغمبر کے لبِ مبارک سے نکلتی ہے۔ وہ "طوفانِ نوح" کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

"عدل" دوسرا اصول دین ہے۔ خدا کو عادل سمجھنا عقائدِ ایمانیہ میں داخل ہے۔ دستِ قدرت کسی ظالم کی ڈھیل تو دے سکتا ہے مگر جب انصاف پر اتر آئے تو تخت کو تختے میں بدل دیتا ہے۔

انصاف تیرا تخت کو تختے میں بدل دے
اے تو کہ ترے ہاتھ میں ہے، عدل کی میزاں (۱۰)

کسی ظالم قوم کو بادِ صرصر کا لقمۂ اجل بنا دینا اور کسی قوم کو زہریلی گیس بادِ سموم میں غرق کر دینا اس کی مرضی و قدرت پر منحصر ہے۔ جعفر طاہر کو وضع تراکیب پر کمال قدرت ہے۔ "صرصر تقدیر" اور سموم ستم آراء" جیسی اچھوتی تراکیب سے زبانِ اردو کا دامن بھی بھرنے میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔ صنعت تلمیح کا بہت منفرد انداز دیکھیے:

فرزند تہِ تیغ قضا تیرا تقاضا
انعام کہ ہو آتشِ نمبرود گلستاں (۱۱)

"تہ تیغِ قضا" حضرت ابراہیم کے "صبر صمیم" کی کہانی بتا دیتی ہے اور آتش نمرود سے خلیل اللہ کے عزمِ جلیل کا اندازہ ہوتا ہے اور پرودگار کی رضا کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ جعفر طاہر نے لفظی ذخیرہ کی ایک نئی دنیا آباد کی اُن کے یہاں لفظی شکوہ کے ساتھ ساتھ معنی آفرینی بھی موجود ہے۔ زبان پر حاکمانہ قدرت رکھتے ہیں فکر اور جذبہ ساتھ

ساتھ چلتے ہیں۔ تعمیرِ کعبہ کرتے ہوئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حکمِ خداوندی کی تعظیم کرتے ہیں:

تعظیم کی یہ شان کہ تعمیر حرم ہو
بن جائے زمین قبلہ گہ عرش نشیناں (۱۲)

اس حمد یہ قصیدے میں جن انبیاء کرام کے اسمائے گرامی بھی آتے ہیں۔ وہاں صنعتِ تلمیح کا کمالِ فن کا بھی کمال پر نظر آتا ہے۔ "خوابِ زلیخا"، "جمالِ مہِ کنعاں" خوبصورت تلمیحات ہیں:

اعجاز تیرا خوف و غم خوابِ زلیخا
یہ تیری تجلی کہ جمالِ مہِ کنعاں (۱۳)

دیدۂ یعقوب کی روشنی کا احوال اس طرح بیان کرتے ہیں:

آنکھوں کی سفیدی کہ جہاں تیرہ و تاریک
ہو دیدۂ یعقوب سے روشن دل زنداں (۱۴)

صنعتِ تلمیح کا کمال یہ ہے کہ اس میں یہ تاریخی واقعہ سمٹ کر ایک دو لفظوں میں آجاتا ہے اور جعفر طاہر کا کمال ہے کہ اس صنعت کو جتنی مختصر ترکیب میں پیش کرتے ہیں۔ اس سے مزید اختصار کی گنجائش کوئی صورت نہیں ہے:

ہاتھوں میں ابھی موم ہوں فولاد کے انبار
داؤد کا نغمہ ہے کہ تو خود ہے غزل خواں (۱۵)

حضرت داؤد علیہ السلام کے دو معجزے ہیں یعنی فولاد کو موم کر دینا اور آپ کا لحن پُر گداز جسے لحنِ داؤدی بھی کہا جاتا ہے۔ دونوں معجزے صرف دو مصرعوں میں پوری شان سے بیان ہوئے ہیں۔ تلمیحات شاعر کی تاریخی بصیرت پر دال ہیں۔ ایک ہی شعر میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس ملکہ سبا کا واقعہ بتا دیتے ہیں اور پھر جعفر طاہر اس پر تاریخی تبصرہ بھی کرتے ہیں:

یہ تیری جلالت ہے کہ دیووں کا ہے قبضہ
وہ دولتِ بلقیس نہ اب تختِ سلیمان (۱۶)

قدرت و کارسازیٔ الٰہی سے فرعون خم نیل میں ڈوبتا ہے تو پھر ابھر نہیں سکتا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قصیدے میں طور پر "بکف برق" نظر آتے ہیں۔ جناب مریم اپنی گود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھاتے ہوئے نظر آتی ہیں اور حضرت عیسیٰ اپنی ماں کی عصمت و طہارت کے گواہ بن جاتے ہیں:

یہ خلعتِ تقدیس و طہارت یہ شرافت
مریم کی گواہی کے لیے عیسیٰ دوراں
یہ ہجرت وارشاد یہ تہدیدِ حریفاں
یہ سلسلۂ دار وزیست کا عنواں[۱۷]

اس کے بعد نبوت و رسالت کے پاک سلسلے تذکرہ شروع ہوتا ہے جس کا اختتام "خاتم النبیین ﷺ" کے "نورِ منورِ عالم" کی توصیف و ثنا پر ہوتا ہے۔

پھر کعبہ نئے نور کا حامل نظر آئے
ہو گردِ یتیمی سے خجل سطوتِ کیواں[۱۸]

صنعتِ تضاد کی خوبی یہ ہے کہ یہ بیان وضاحت و توضیح پیدا کرتی ہے۔ صنعتِ تضاد کا استعمال جعفر طاہر کے فن میں منفرد صورت اختیار کرتا ہے:

تو اور بتوں کی ہو ترے گھر میں خدائی
اس شانِ کریمی پہ ہے کافر کا بھی ایماں[۱۹]

سلسلۂ نبوت کے بیان کے بعد صحابہ کرامؓ اور آلِ نبیؐ کے بیان میں بھی جعفر طاہر کا قلم اختصار کا اعجاز دکھا رہا ہے حضرت علیؑ کی شان میں:

اک بندۂ مزدور، سپہ دار و سخن ور
اک نانِ جویں کھا کے بشر ہو شہِؑ مرداں[۲۰]

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی شان میں:

حیرت ہے کہ صدیقؓ بنیں اور کبھی فاروقؓ
وہ لوگ عرب جن کی شقاوت پہ ہو نازاں[۲۱]

اصحابِ نبی ﷺ حضرت بلالؓ، حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت عمارؓ، حضرت مالک اشترؓ، حضرت میثم تمارؓ، حضرت عدیؓ اور حضرت طرماحؓ کے ذکر کے بعد وہ کرب و بلا کے ریگستان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آج سر زمین کربلا کی عظمت و سربلندی پر فلک محو رشک ہے۔ عرشِ معلی کی طرح کربلا بھی معلی ہونے پر افتخار کرتی ہے۔ کربلا کے المناک سانحہ کا ذکر ہے۔ کہ جہاں دشمن کی شقاوت قلبی کے باعث کوثر و تسنیم کے مالک حضرت حسینؑ فرات کے پانی کو ترستے ہیں:

یہ کوثر و تسنیم، یہ بہتے ہوئے دریا
پانی کو ترستا رہے شبیرؑ سا انساں (۲۲)

جعفر طاہر صرف واقعات ہی پیش نہیں کرتے بلکہ تاریخی واقعات پر تجزیہ اور تبصرہ بھی پیش فرماتے ہیں۔ مصائب اہلِ بیت کا ذکر اس پُرسوز طریق سے کرتے ہیں کہ دل میں غم کی لہر سی دوڑ جاتی ہے۔ دو تاریخی واقعات کا تقابلی جائزہ دیکھیے کہ اُدھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں میں زم زم کا چشمہ پھوٹ بہتا ہے اور ادھر چھ ماہ کے پیاس سے نڈھال علی اصغرؑ کی گردن پر تیر چل جاتا ہے:

اک طفلکِ معصوم کے پاؤں میں ہو زم زم
شش ماہے کی گردن میں کبھی تیر کا پیکاں (۲۳)

مندرجہ بالا شعر میں فکر اور جذبہ اس طرح گھل مل جاتے ہیں کہ ان کو جدا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ فکر اور جذبے کا یہ خوبصورت امتزاج جعفر طاہر کے تخیل اور تفکر کی عظمت کا ثبوت ہے۔ واقعۂ کربلا طراز عزو جلال کے صحیفہ کائنات کا وہ عظیم شاہکار ہے کہ جہاں اس کی وحدانیت، حقانیت اور ربوبیت کا اعلیٰ اعتراف نظر آتا ہے۔ کہ حلقوم بریدہ سے اس کے نام کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ نیزے کی انی پر کٹا ہوا سر تلاوت قرآن کرتا ہے کرب و بلا میں بہتا ہوا خون شہیداں ''سرخی رخسار حرم'' کا موجب ہو جاتا ہے۔ آئینِ حریفاں ہمیشہ کے لیے بدنام ہو جاتا ہے۔ مقتل گاہ، اہلِ وفا، شہدائے اسلام کی جلوہ گاہ بن گئی ہے اور کربلا کی خاک خاک بیاباں نہیں مشہد عشاق ہے:

یہ جلوہ گہ اہلِ وفا مقتلِ اشراف
کیا مشہدِ عشّاق بنی خاکِ بیاباں (۲۴)

کربلا کے جان نثار یزیدی سطوت کو خاک میں ملا دیتے ہیں جس طرح ہزاروں سال پہلے ابابیلوں نے ابرہہ کی ہاتھیوں والی فوج کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا تھا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے سرِ نہاں ہے جس کو تاریخ محفوظ رکھے ہوئے ہی:۔

یارب ترے اسرار کھلے ہیں نہ کھلیں گے
فیلانِ فلک سر کو نگل جاتی ہیں چڑیاں (۲۵)

قصیدے کے اجزائے ترکیبی میں سے آخری جزو دُعا ہے۔ آخر میں جعفر طاہر بارگاہِ رب ذوالجلال میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہم سوختہ جانوں پہ نوازش کی نظر ہو
کچھ بھی ہوں، ترے نام پہ مرتے ہیں مسلماں
جز نام ترے کچھ بھی نہیں پاس ہمارے
ہے دولتِ دنیا بھی یہی دولتِ ایماں
ہم چشمِ عنایت کے طلب گار ہیں تجھ سے
جو آئے وہ آئے ہمیں گوئے ہمیں چوگاں (۲۶)

جعفر طاہر کے قصیدے میں زبان و بیان کی جملہ خوبیاں ہیں ان کے قصیدے بندش کی چستی اور ترکیب کی درستی کے اعلیٰ نمونے ہیں ان کے ہاں ہجوم لفظی بھی ہے مگر فکر کے بہتے ہوئے دریا بھی ہیں۔ صنعتِ تلمیح کے عام اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے تعقید بھی سامنے آتی ہے۔ استعمال یعنی اُن کے کلام میں پیچیدگی بھی کہیں کہیں نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر اس شعر کو دیکھیں:

قربان ارم قریہ مرج العذرا پر
بن جائے قرن غیرتِ یزد و قم و کاشان (۲۷)

کیپٹن جعفر طاہر نے اردو ادب کو نوادر تراکیب بھی دی ہیں۔ مثلاً لافِ خرد، ہوس فہم و تفکر، حوصلہ دانش و تدبر و تخیل، ناقہ توفیق، تمکینِ تصور، غوغائے زباناں، آشوب گہ عشق، تعمیرِ خجالت، صرصرِ تقدیر، سموم ستم آراء، طورِ بکف، برق بجاں، سطوتِ کیواں، خلعتِ تقدیس، طفلکِ معصوم، حلقوم بریدہ، مقتلِ اشراف، رخشِ

فنار قص، فیلان فلک سر وغیرہ۔ کسی بھی شاعر کا بہترین تعارف اس کا اپنا کلام ہوتا ہے اور جعفر طاہر کے قصائد اُن کی فنی عظمت اور فکری اوج کے غماض ہیں۔

حوالہ جات

۱. جعفر طاہر کیپٹن، سلسبیل، ضلع رحیم یار خان: ممتاز اکیڈمی رجسٹرڈ بھٹہ واہن، ۱۹۷۳ء، ص۸
۲. ایضاً، ص۹
۳. ایضاً
۴. ایضاً
۵. ایضاً
۶. ایضاً
۷. ایضاً، ص۱۰
۸. ایضاً
۹. ایضاً
۱۰. ایضاً
۱۱. ایضاً
۱۲. ایضاً، ص۱۱
۱۳. ایضاً
۱۴. ایضاً
۱۵. ایضاً
۱۶. ایضاً، ص۱۲
۱۷. ایضاً
۱۸. ایضاً
۱۹. ایضاً، ص۱۳
۲۰. ایضاً، ص۱۴

۲۱.	ایضاً، ص ۱۴۔۱۵

۲۲.	ایضاً، ص ۱۲

۲۳.	ایضاً، ص۱۸

۲۴.	ایضاً، ص۱۸

۲۵.	ایضاً، ص ۱۸

۲۶.	ایضاً، ص۱۹

۲۷.	ایضاً، ص۲۰